

ٹیکس کی شرعی حیثیت

جناب مولانا فضل الرحمن بن محمد

ٹیکس انگریزی کا لفظ ہے اور یہ اس رقم کے لیے استعمال ہوتا ہے جو حکومت کے چلانے کے لیے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کی جاتی ہے۔ اس کی وصولی ایک نظام کے تحت ہوتی ہے اور جن لوگوں پر ٹیکس عائد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ وقت مقررہ پر ادائیگی نہ کریں تو ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکس کی عمومی دو صورتیں ہیں۔ ایک بالواسطہ اور دوسری بلاواسطہ۔

بالواسطہ سے مراد وہ ٹیکس ہیں جو عوام الناس ادا تو کرتے ہیں لیکن ان کو پتہ نہیں چلتا۔ جیسے پٹرول، بجلی، گیس اور دوسری وہ اشیاء کہ جن کی خرید و فروخت میں ٹیکس شامل ہوتا ہے اور جو ٹیکس کسی شخص کی ذاتی آمدنی اور کمائی پر عائد ہوتا ہے۔ اس کو بلاواسطہ کہا جاتا ہے۔

ٹیکس کی تاریخ | کہا جاتا ہے کہ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیاء پر ٹیکس لگایا گیا۔ درآمدی ڈیوٹی کو اندرون ملک بننے والے مال پر وصول ہونے والی ڈیوٹی پر ترجیح دی جاتی تھی۔ جنگ کے دنوں میں جائیداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کر دیا جاتا تھا۔ پھر اس کا دائرہ کار جائیداد کی خرید و فروخت تک وسیع کر دیا گیا۔ یونان اور روم میں آزاد اور غلام اور اسی طرح قومی اور غیر قومی باشندوں میں ٹیکس کے بارے میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ روم میں استعمال ہونے والی اشیاء اور درآمدات پر ڈیوٹی کے علاوہ اور بھی بلاواسطہ ٹیکس تھے۔

ان میں اصول یہ پایا فرماتا تھا کہ ہر شخص خراج ادا کرے۔ جولیس سیزر کے زمانہ میں پہلی مرتبہ ایک فیصد سلیز ٹیکس (SALE TAX) نافذ کیا گیا۔ صوبوں کی آمدنی کا زیادہ تر دار و مدار شخصی اور زرعی

زمینوں پر عائد کردہ ٹیکسوں پر تھا۔ آغاز میں یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ زمین آباد ہے یا غیر آباد جیسا کہ فارس اور مصر میں بھی کیا گیا لیکن بعد میں زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ (۱/۱۰) زمیندار سے وصول کر لیا جاتا تھا۔

جولیس سیزر سے پہلے ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری زمینداروں میں سے کسی شخص کے سپرد کر دی جاتی اور ٹیکسوں میں سے کچھ فیصد حصہ اس کو معاوضہ کے طور پر دے دیا جاتا۔ لیکن جولیس سیزر نے یہ ذمہ داری سرکاری افسروں کو سونپ دی۔ قرون وسطیٰ میں بلا واسطہ ٹیکسوں کی جگہ بلا واسطہ ٹیکسوں نے لے لی جن میں زیادہ تر درآمدی ڈیوٹی اور مارکیٹ فیس ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ شہروں میں لوگ ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئے۔ کھانے پینے کے سامان پر شہار اور خریداروں نے ٹیکس کا بوجھ اٹھا لیا۔ جرمنی اور اٹلی میں بھی چند بلا واسطہ ٹیکس عائد کئے گئے جو غریبوں کی ذات اور امیروں کے مال پر ہوتے تھے لیہ

سب سے پہلے جس ملک نے عام انکم ٹیکس کے نظام کو اپنایا وہ برطانیہ ہے نیپولین بوناپارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے برطانوی حکومت نے ۱۷۹۹ء میں دوسواں پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگا دیا لیکن ساٹھ پونڈ سے کم آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

۱۸۱۰ء میں جب لڑائی ختم ہوئی تو ۱۸۲۲ء تک برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا۔ لیکن وزیر اعظم سر روبرٹ پیل (SIR ROBERT PEELE) نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے پھر سے ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پنس ٹیکس عائد کر دیا۔ ۱۸۸۰ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کی عادی ہو گئی۔ جس کی وجہ سے ٹیکس ہمہ وقتی معمول بن گیا۔ ۱۹۱۰ء میں ٹیکس دہندہ میں سے جس کی آمدنی پانچ سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوتی اس کو ہر کچھ کے لیے دس پونڈ کی چھوٹ دے دی گئی۔ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر پھر شلنگ کے حساب سے سو ٹیکس (SUPER TAX) بھی عائد کر دیا گیا لیہ

۱۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۱۷، ص ۱۰۷۷ تا ۱۰۷۸

۲۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۹، ص ۲۷۵

جرمنی کے صوبہ پروسیا میں ۱۸۵۱ء میں ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی لیکن ۱۸۹۱-۹۲ء میں اصلاح کے بعد اسے از سر نو مرتب کیا گیا۔ ۱۹۱۳ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں باقاعدہ نافذ ہو گیا۔

فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا لیکن نفاذ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔

اطالی میں پہلی بار آمدنی، زمین، عمارات اور منقولہ دولت پر ۱۸۹۴ء میں ٹیکس عائد ہوا۔ سوئٹن میں ٹیکس لگانے کی ابتداء ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔

امریکہ میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ ۱۹۱۳ء میں دستور کی سولہویں ترمیم کے ذریعے ہوا۔ حالانکہ امریکہ کی باہمی خانہ جنگی کے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے ۱۸۹۲ء سے ۱۸۷۲ء تک چھ سو ڈالر سے زائد آمدنی پر تین فیصد آدھ دس ہزار ڈالر پر پانچ فیصد وصول کیا جاتا تھا بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے پانچ ہزار ڈالر سے زائد آمدنی پر دس فیصد شرح کر دی گئی۔

۱۸۹۳ء میں صدر امریکہ گرور کلیولینڈ GROVER CLEVELAND نے جب دوبارہ ٹیکس لگانے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر دستوری قرار دے کر ختم کر دیا لیکن دستور میں ترمیم کے بعد جب ٹیکس کا نفاذ ہوا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ شرح پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ آمدنی پر چھ فیصد رکھی گئی۔ لیکن پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان شرح اس تیزی سے بڑھی کہ جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اس وقت کم سے کم شرح تین فیصد اور زیادہ سے زیادہ چھ سو ڈالر سے فیصد تھی۔ ٹیکس سے محفوظ مصرف پانچ سو ڈالر رہ گئی۔

انگریز حکومت نے ہندوستان میں پہلی مرتبہ ۱۸۶۰ء میں انکم ٹیکس ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت ٹیکس نافذ کیا۔ جسے ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۷ء تک معطل کر دیا گیا لیکن ۱۸۶۷ء میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد دی لائنس ایکٹ آف ۱۸۶۷ء کے نام پر پھر سے جاری ہو گیا۔ جس کے تحت دوسو روپیہ

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۹ ص ۲۷۵

۲۔ دی ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا ج ۸ ص ۸۸

سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کر دیا گیا۔

۱۸۲۸ء میں اسی ایکٹ کا نام سرٹیفیکیٹ ایکٹ ۱۸۶۸ء رکھ دیا گیا۔ اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر کے $\frac{3}{4}$ کر دی گئی۔ ٹیکس سے مستثنیٰ رقم دو سو سے بڑھا کر پانچ سو کر دی گئی۔ ۱۸۶۹ء کے دوران کمپنیوں پر $\frac{1}{4}$ فیصد اور گورنمنٹ سیکورٹیز پر $\frac{1}{2}$ فیصد ٹیکس لگا دیا گیا۔ دوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی شرح کو گونا گونا دیا گیا۔ ۱۸۷۲ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے ساڑھے سات سو اور پھر ایک ہزار کر دیا گیا۔ یکم اپریل ۱۸۷۳ء میں دوسری مرتبہ چار سال کے لیے لوگوں کو عارضی طور پر ٹیکس سے نجات ملی۔ لیکن ۱۸۷۷ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ ۱۸۷۷ء کے تحت ہندوستان کے بایوں پر پھر سے ٹیکس مسلط کر دیا گیا۔

۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک انکم ٹیکس ایکٹ میں ۱۳ ترمیم ہوئیں اور دو مرتبہ معطل ہوا۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں اسے ایسی صورت دے دی گئی کہ پھر تین سال نافذ العمل رہا جس کے تحت پانچ سو روپے سے کم آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ سود اور تنخواہوں کی رقم جو پانچ سو سے دو ہزار تک ہوتی اس پر ہم پانی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا جاتا۔ دوسری عام آمدنیوں پر جو دو ہزار سے زیادہ ہوتیں۔ ان پر ۵ پانی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا۔

۱۹۱۶ء میں نئی ترمیم کے ذریعہ تنخواہوں۔ بونس۔ سالانہ وظائف پنشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر ہم پانی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا۔ اسی طرح دوسری آمدنیوں پر یعنی دو ہزار سے پانچ ہزار پر ۵ پانی فی روپیہ، پانچ ہزار ایک روپے سے دس ہزار تک ۶ پانی فی روپیہ، دس ہزار ایک سے پچیس ہزار روپے پر ۹ پانی فی روپیہ اور پچیس ہزار سے اوپر رقم پر ۱۲ پانی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس کا نیا نظام قائم ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ مکمل آمدنی (TOTAL INCOME) اور قابل ٹیکس آمدنی (TAXABLE INCOME) کا تصور دیا گیا۔ آل انڈیا کمپنی کے ذریعے انکم ٹیکس ایکٹ کو انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کا نام دے دیا گیا۔

لے انکم ٹیکس لاراز خواجہ امجد سعید ص ۲ اور ص ۳

اگرچہ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۲ء، اور ۱۹۴۵ء میں بھی معمولی ترامیم ہوئیں لیکن یہی وہ ایکٹ ہے جو فقید المثال قربانی کے بعد ملنے والے پاکستان کو انگریزی سرکار سے ورثے میں ملا اور وہ آج بھی اپنی اصل کے ساتھ پورے پاکستان میں رائج ہے۔

مکس | اسلام سے پہلے انسانی معاشرے میں جو مختلف قسم کے ٹیکس رائج تھے۔ ان میں ایک مکس تھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا یہ علامہ ابن منظور نے نقل کیا ہے۔

دراہم کانت تؤخذ من بائع السلع في الاسواق في الجاهلية
 یہ وہ درہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔

ایسے شخص کے بارے میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :
 ان صاحب المكس في النار
 بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔

لايدخل الجنة صاحب مكس يعني العشار
 تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے۔
 اما الان فانهم ياخذون مكسا باسم العشر ومكوسا
 اخرو ليس لها اسم بل شيء ياخذون حراما سحتا وياكلونه
 في بطلونهم نارا حجتهم فيه دا حضة عند ربهم وعلیم غضب۔

۱۔ کتاب الاموال ص ۶۹ منہ احمد ج ۴ ص ۱۰۹ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱، الترغیب والترہیب ص ۵۶

۲۔ لسان العرب ج ۶ ص ۲۲۰

۳۔ کتاب الاموال ص ۶۹ منہ احمد ج ۴ ص ۱۰۹ الفتح الربانی ج ۱۵

”آج کل عشر کے نام پر جو کس یا کموس لوگ وصول کر رہے ہیں۔ اس کا کوئی نام نہیں۔ بلکہ وہ ناجائز اور حرام ہے وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھڑک رہے ہیں۔ اپنے رب کے پاس ان کی محبت نہیں چلے گی اور ان پر غضب ہوگا۔
ولہم عذاب شدید لہ
اور ان کے لیے سخت عذاب ہوگا۔

مسند احمد کے شارح احمد عبد الرحمن ابن الساعی نے بھی واضح کیا ہے۔
ان المسکس من اعظم الذنوب وذلك لکثرة مطالبات
الناس ومظلمتهم وصرفها في غير وجهها لہ
”بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اس لیے کہ لوگوں سے کثرت کے
ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں اور نہ وصول ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے
جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔“
انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے۔

انما كان في النار لظلمه الناس واخذ اموالهم بدون
حق شرعي فان استحلال ذلك كان في النار خالدا فيها
ابداً لانه كافر والا فيعذب فيها مع عصاة المؤمنين
ما شاء الله ثم يخرج ويبدل الجنة لہ
”صاحب الکس جہنم میں اس لیے جائے گا کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ ان سے
شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا۔ اگر اسے حلال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا۔
اس لیے کہ وہ کافر ہے۔ اگر حلال نہیں سمجھے گا تو گنہگار ہوگا۔ نافرمان اہل ایمان

لہ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۶۷

لہ حاشیہ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۸

لہ حاشیہ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۷

کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا آگ سے نکال کر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔
 معلوم ہوا کہ ”مکس“ جہالت کے ٹیکسوں میں سے ایک ٹیکس تھا۔ جس کے وصول کرنے والے کو اسلام نے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے۔
 یہ وہ ٹیکس تھا جو غیر مسلمان سے ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے بدلے وصول کیا جاتا تھا لیہ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق یہ شہ یا سہ میں اس وقت وصول کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا لیہ

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ٥٧
 ”اہل کتاب میں سے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حرام کیا ہے۔ اس کو حرام نہیں کرتے اور دین حق کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ اس وقت تک قتال کریں کہ جب تک وہ ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہیں دے دیتے۔“

اسی آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں حکم ہے حضرت عمر فاروقؓ کو مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے میں تردد تھا۔ لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواہی دے دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا لیہ

۱۔ مفردات القرآن - جزیہ۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۱۸

۲۔ فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۹

۳۔ سورۃ التوبۃ آیت ۲۹

۴۔ دارقطنی ج ۲ ص ۱۵۵ کنز العمال ج ۴ ص ۵۰۲

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لیس علی مسلم جزية ۛ
مسلمان پر جزیہ نہیں۔

امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں باب باندھا ہے۔
باب ما جاء ليس على المسلمين جزية ۛ
اس کا باب کہ مسلمانوں پر کوئی جزیہ نہیں۔

پھر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔
والعمل على هذا عند عامة اهل العلم۔

عام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

تسقط الجزية بالاسلام والموت عند ابي حنيفة لقوله
عليه السلام ليس على مسلم جزية ۛ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (غیر مسلم) کے مسلمان ہو جانے یا مر جانے کی وجہ
سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم
پر جزیہ نہیں۔

خراج ۛ یہ ٹیکس بھی غیر مسلم اہل ذمہ پر لگایا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ ان کی زمینوں پر لگان تھا
منفوحہ علاقوں میں زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کے قبضے میں رہنے دیا جاتا اور
ان کے علاقے کے اعتبار سے ان سے خراج وصول کیا جاتا۔

امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ حکومت وقت اگر مسلمانوں سے خراج کے طور پر مال لیتی

ۛ ابو داؤد ص ۲۳۳ منہ احمد ج ۱ ص ۲۲۳ ایضاً ص ۲۸۵

ۛ جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۷
ۛ ۳

ہے تو وہ ناجائز ہے لے

حضرت علامہ ابن الحنفی سے مروی ہے۔

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البحرین فکنت اتی
الحائط یکون بین الاخوة یسلم احدهم فآخذ من المسلم
العشر والمشرک الخراج لے

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بحرین کی طرف بھیجا۔ پس میں ایسے باغ
میں آتا کہ جس میں کئی بھائی شریک ہوتے۔ ان میں سے ایک مسلمان ہوتا۔ میں
مسلمان سے عشر لیتا اور مشرک سے خراج وصول کرتا۔
خراج اس غلام سے بھی لیا جاتا تھا جو کسی ہنرمیں مہارت رکھنے کی بنا پر کئی کرتا اور
اپنے آقا کو طے شدہ خراج ادا کرتا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے

کان ابو حنیفۃ یقول لا یجتمع خراج و زکوۃ علی رجل لے
امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص پر خراج اور زکوۃ جمع نہیں ہو سکتے۔
یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا مسلمانوں
ضرر تیر یا غلۃ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

حجم ابو طیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر لہ بصاع
او صاعین من طعام وکلمہ موالیدہ فحففت عن غلۃ اضربۃ لے

۱۔ کیسے سعادت اردو ص ۳۰۱

۲۔ مسند احمد ج ۵ ص ۵۲ ابن ماجہ ص ۱۳

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۱

۴۔ صحیح بخاری ص ۳۰۴

”ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگ لگا کر آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی۔ پس اس کے ٹکیوں میں تخفیف کر دی گئی“

عشر | عشر کی جمع ہے اور اس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیپوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصول کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔

حنّ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا ان تجار من قبلنا من المسلمین یا تون ارض الحرب فیأخذون منهم العشر۔

”ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ ان سے مال کا دسواں حصّہ وصول کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا۔

خذ انت منهم کما یاخذون من تجار المسلمین وخذ من اهل الذمة نصف العشر ومن المسلمین من کل اربعین درهما درهما ولیس فیما دون المائتین شیء فاذا کانت مائتین ففیها خمسة دراهم وما زاد فبحسابه لیه

”تم بھی ان سے اسی طرح دسواں حصّہ وصول کرو کہ جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ ذمیوں سے بیسواں اور مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو۔ دوسو درہم سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا۔ جب مال دوسو درہم کا ہو جائے تو اس میں سے پانچ درہم لینے ہیں اور اگر مال دوسو درہم سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔

۱۔ کتاب الخراج ص ۱۳۵

عمر بن شعیب کی روایت کے مطابق حربیوں میں سے اہل منہج نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا۔

دعنا ندخل ارضك تجارا وتعتشرونا فشاور عمر اصحاب رسول الله في ذلك فاشاروا عليه به فكانوا اول من عترو من اهل الحرب

”ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لیے گئے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رسلے دی۔ چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کہ جس سے عشر لیا گیا۔“

معلوم ہوا کہ تجارتی عشر یعنی امپورٹ ڈیوٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تاجرانے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے مالوں کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی۔

دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تاجر سے حربیوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المؤمنین کی اجازت سے حربی تاجر سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیوٹی وصول ہوتی تھی اس کی وجہ شیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیوٹی کی تھی۔

قاضی ابوریسفتؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

وكل ما اخذ من المسلمين من العشور فسبيله سبيل الصدقه
وسبيل ما يؤخذ من اهل الذمة جميعا واهل الحرب
سبيل الخراج

۱؎ کتاب الخراج ص ۱۲۵

۲؎ کتاب الخراج ص ۱۳۴

”اور مسلمان سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا۔ اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو دمیوں اور حربیوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی۔“
 زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بنا کر حکم دیا:
 ان اخذ من تجار المسلمین ربع العشر۔

کہ میں مسلمان تجار سے $\frac{1}{4}$ فیصد وصول کروں۔
 دوسری روایت کے مطابق۔

من تجار اهل الذمة مثل ما اخذ من تجار المسلمین لہ
 ”اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کروں کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں
 میں وصول کیا جاتا ہے۔“

انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان سے فرمایا:

خذ من المسلمین من کل اربعین درهما درهما ومن اهل
 الذمة من کل عشرين درهما ومن لاذمة له من کل
 عشرة درهما درهما لہ

”کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم ($\frac{1}{40}$ فیصد) اہل ذمہ سے
 ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں۔ ان سے ہر دس
 درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔“

قاضی ابویوسفؒ نے خیفہ ہارون رشیدؒ پر یہ بھی واضح کر دیا تھا۔

اذا امر التاجر علی العاشر بہ مال او متاع وقال قد اديت
 ذكاته وحلف على ذلك فان يقبل منه ويكف عنه ولا يقبل
 في هذا من الذمی ولا من الحربی لانه لازکوٰۃ علیہا لہ

لہ کتاب الخراج ص ۱۳۴

لہ کتاب الاموال

لہ المکمل لابن حزم ج ۶ ص ۱۱۵

”اگر کوئی تاجر مال و متاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔“

قاضی ابویوسفؒ کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی۔ وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تاجر حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی جاتی تھی۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا لہذا جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کر سکتے تھے۔ حرب بن عبید النقفی کے خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

اعشرھا فقال انھا العشور علی الیہود والنصارى ولیس علی اهل الاسلام عشور لہ

”کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا۔ بے شک عشور یہود و نصاریٰ پر ہے۔ اہل اسلام پر عشور نہیں۔“

یہی روایت امام ابو داؤد و امام ابن ابی شیبہ نے وائل کے خالو سے نقل کی ہے یہ سعید بن زیدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معشر العرب احمدا واللہ الذی رفع عنکم العشور لہ
لے عرب کے لوگوں! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشر کو ہٹا دیا۔

۱۔ مسند احمد ۳ ص ۴۴

۲۔ ابو داؤد ص ۲۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۲

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۶ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۸۴

احمد عبد الرحمن البنا الساعی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔
یعنی ما کانت تاخذ ملوکہم ورؤساء قبائلہم منهم
من الضرائب والعشور ونحو ذلك لہ
”یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشور اور ان کی مثل ان سے جو
وصول کیا کرتے تھے۔

امام ابو عبید نے نقل کیا ہے۔

انہ قد کان لہ اصل فی الجاہلیۃ یفعلہ ملوک العرب والعجم
جميعاً فکانت سنتہم ان یاخذوا من التجار عشر اموالہم
اذا مروا بہم لہ

”اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب و عجم کے بادشاہوں
کا طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد
ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے | مذکورہ روایات سے عیاں ہو
جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے

صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ اللہ میں صدقہ
شیر کرتا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عند اللہ
پنے درجات کو بلند کروا رہا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں
ہو سکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی۔

اسی لیے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے۔

ليس عليهم غير الزکوۃ من الضرائب والمکس

لہ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۹

لہ کتاب الاموال ص ۴۲

”وَسُحُوْهُ اِيَّاهُ
 ”کہ ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں“
 علامہ الساعاتی کا بیان ہے ۔

ای غیر ما فرضہ اللہ علیہم فی الصدقات فلا یؤخذ من
 المسلم ضريبة ولا شیء یقرر علیہ فی مالہ لانہ یصیر
 كالجزية ۱۱

”یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ
 کچھ نہیں مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔
 اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا۔“
 ظاہر ہے کہ مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب
 ہوتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :
 اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک ۱۲
 ”جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا
 کر دیا ۔

امام ترمذیؒ نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا ۔ پھر روایت کے طور پر نقل کرنے کے
 بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ۔

۱۱ نیل الاوطار ج ۸ ص ۶۴

۱۲ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۴

۱۳ ترمذی ج ۱ ص ۱۶ ابن ماجہ ص ۱۲۸ فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۳ زاد المداہن ج ۱ ص ۲۰۴

کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۳ السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۸۰

هل علی غیرها؟ قال لا الا ان تطوع۔
 ”کیا اس کے علاوہ بھی کچھ پر فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے۔“

یہی الفاظ امام بخاریؒ کی ایک نقل کردہ روایت کے ہیں؛ لہ
 فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ليس في المال حق سوى الزكاة
 ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔“

امام شافعیؒ نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔
 اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردیؒ نے لکھا ہے۔

لا يجب علی المسلم فی مالہ حق سواہا

”کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا۔“

اگر کہا جائے کہ فاطمہ بنت قیس سے یہ بھی مروی ہے۔

فـ المال حق سوى الزكاة۔

”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“

جامع الترمذیؒ میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے

کہ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے“ والی روایت کی سند درست نہیں۔ کیونکہ اس روایت کے ایک راوی ابو حمزہ ميمون الاعود کو ضعیف کہا گیا ہے۔

جامع الترمذیؒ کے شارح علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ نے نقل کیا ہے کہ

امام احمدؒ نے ابو حمزہ ميمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ یعنی اس

۱۔ صحیح بخاری ص ۱۲

۲۔ المغنی للبن قدامہ ج ۳ ص ۵۷ کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۳ المیزان الکبیر ج ۲ ص ۲ ابن ماجہ

ص ۱۲۸۔

۳۔ الاحکام السلطانیہ ص ۱۱۳

کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔ امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری کا کہنا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک مضبوط نہیں۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام بیہقی کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ابو حمزہ سمیون الاعور کوفی کے حوالے سے پہنچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ یحییٰ بن معین اور ان کے بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ ہمارے ساتھی تعالیم میں جو روایت نقل کرتے ہیں وہ ”لیس فی السہال حق سوی الزکوۃ“ ہے یعنی مال میں زکوۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحب نصاب ہے تو وہ صرف زکوۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے۔ اگر وہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماجر ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرین کا حاکم بنا بھیجا تو ان کو زکوۃ کے بارے میں تحریری ہدایت نامہ دیا۔

هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي امر الله بها رسوله فمن سئلها من المسلمين على وجهها فليعطها ومن سئلها فوقها فلا يعط^۱

”یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ پس مسلمانوں میں سے فریضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کر دے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے“
صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے۔ اس میں ”فلا يعط“ کے نیچے بین السطور لکھا ہوا ہے۔

۱۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۳۴

۲۔ صحیح بخاری ص ۱۹۵ نسائی ج ۱ ص ۲۴۳ ابن حبان ج ۱۱ الام ج ۲ ص ۴

ای زائدًا علی الفریضة المعینة -

”یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے۔

شاہ ولی اللہؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔

ضماک بن مزاحم سے تو یہ بھی مروی ہے۔

نسخت الزکاة کل حق فی المال ہے

زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کر دیا ہے۔

جب زکوٰۃ و عشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحب نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کی جائے تو اس پر زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کا واجب ہونا اسلامی نظام زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کی سب

سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمیں مسلم یا غیر مسلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ و عشر یا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام ٹیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ انکم ٹیکس، سوپر ٹیکس، برسر چارج، ویلٹھ ٹیکس، سیلز ٹیکس، امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔

اسلام میں مانگی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے

یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سہری نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عاشر نے وفی تاجر سے اس کے گھوڑے

۱۔ حجة الله بالغہ ج ۲ ص ۱۵۳ (مترجم)

۲۔ المحلی ابن حزم ج ۶ ص ۱۵۸ تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۴۵

کا عشر وصول کر لیا۔ اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عشر طلب کیا۔ نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیتا تھا۔ اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں۔ جب عاشر نے اصرار کیا تو اس نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبویؐ میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے۔ نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا۔ میں دین حنیف کو ماننے والا شیخ ہوں۔ کیا بات ہے؟ نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنا دی۔ حضرت عمر فاروقؓ اس کی بات سن کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ نصرانی نے خیال کیا کہ امیر المؤمنین نے اس کی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔ لہذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشر ادا کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا۔ اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مت لینا۔

نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل و انصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہ وہیں مسلمان ہو گیا۔

جب غیر مسلم سے اس پر واجب ہونے والی ڈیوٹی سے زیادہ وصول کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے غیر اسلامی ٹیکس وصول کر نیکی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟

علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے:

ان تمام اسلام حکم ان تو دوا زکوٰۃ اموالکم علیہ

تمہارا اسلام کو لوہا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۱۔ المبسوط ج ۲ ص ۲۰۱

۲۔ کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۶ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۲۰

۴۳۷

لہذا واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی ٹیکس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے۔ مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔